

اثبات الفاتحہ

از

افاضات عالیہ

جامع العلوم العقلیہ و نقلیہ کاشف المکنونات الخفیہ
عالم ربانی عارف حقانی حضرت مولانا الحاج سید شاہ ابوالمحمود

سید احمد اشرف اشرفی الجیلانی کچھوچھوی گدی سرہ

مکتبہ

استاذ الاساتذہ فخر الحکما حضرت مولانا شاہ نذراشرف اشرفی

الجیلانی کچھوچھوی درس سرہ

مرکزی حلقہ اشرفیہ پاکستان ٹرسٹ ریسرٹ

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا
از افاضات عالیہ

جامع العلوم العقلیہ و الثقلیہ کاشف المکنونات الخفیہ عالم
ربانی عارف حقانی حضرت مولانا الحاج سید شاہ ابوالخیر و
احمد اشرف صاحب شرفی جیلانی کچھوچھوی قدس سرہ النورانی

الدلائل الواضحه اثبات الفاتحه

مرتبہ استاد الاساتذہ فخر الحکماء حضرت مولانا مولوی حکیم سید شاہ
نور اشرف صاحب شرفی جیلانی کچھوچھوی برادر علم زاد حضرت مصنف قدس سرہ السامی

● ————— ملنے کے پتے ————— ●

(۱) صدر دفتر حلقہ اشرفیہ پاکستان رجسٹرڈ مسکن سادات —
اشرف الجیلانی فردوس کالونی - کراچی - (۲) ایس۔ آر خاں - جیو کمر -
حقانی اشرفیہ - میٹھا در - کراچی - شیلی فون 227509

سابقہ دو کتابوں "غوث العالم" اور "قطب ربانی" میں حلقہ اشرقیہ پاکستان
برصغیر اور مرکزی حلقہ اشرقیہ پاکستان ٹرسٹ اور جیسٹر ٹرسٹ کے انراض و مقاصد تاظرین
کی نگاہ سے گزرے ہوں تھے جن میں سے ایک "وقعہ خاص" میں سلسلہ عالیہ اشرقیہ
کی اشاعت اور اس کے مقتدر رہبر گان کی سوانح - اقوال و زمرین - ہدایات کو کتابی
شکل دینے اور شائع کرنے کی نشاندہی کی گئی ہے۔ چنانچہ جمال دیگر دفعات کے مطابق
حلقہ اور ٹرسٹ کا کام جاری ہے وہاں اس دفعہ کے تحت محمد ناصر بن عبدالمہدی و
تصنیف اور طباعت کا سلسلہ چل رہا ہے۔

زیر نظر کتابچہ میں عالم بے مثال عامل باکمال احسن الوجوہ اکبر الوقوہ حضرت
ابوالخیر و سید شاہ احمد اشرف صاحب اشرفی الجیلانی خلف اکبر اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت
شاہ سید علی حسین اشرفی الجیلانی سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھو مقدسہ کی مدلل
بحث پر اسے صحت فائز سے چند اقتباسات ناظرین کی خدمت میں پیش کئے جارہے ہیں
تا کہ علما و خواص و خواص میں سب ہی اس سے استفادہ کریں اور منکرین فائزہ اپنے غلط فہمیوں
میں تبدیلی پیدا کر کے مثبت راہ اختیار کریں۔ یہ کتابچہ اثبات القاعدہ حضرت سلطان المشائخ
ابوالخیر و سید شاہ احمد اشرف سجادہ نشین سرکار کلاں آستانہ اشرفیہ کچھوچھو مقدسہ
کی اجازت اور حکم سے طبعیت پر رہا ہے۔ اس کی اشاعت کا مقصد صرف وہی ہے
جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے حضرت مولانا صاحب مرحوم و معذور کی علیت کا اندازہ
اس مختصر بحث سے ہو سکتا ہے جس وقت و تو یہ علم پر حضرت مولانا مرحوم آفتاب بن کر
نمودار ہوتے اس وقت اس مثال آپ کے لئے لیکن اس وقت کہ حضرت بہت جلد اس دنیا سے
تشریف لے گئے اور علمائے اہل سنت کی محفل سونی ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو
مولانا مرحوم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

قطب ربانی کے ابتدائی میں فقیر نے عرض کیا تھا کہ اس کے بعد ایک کتابچہ بہت جلد ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جائے گا جس میں خاندانِ اشرافیہ کے متعلقہ رتبہ اور سہولتِ زندگی کچھ کر کے پیش کئے جائیں گے جیسا کہ مذکور کتابچہ زمینہ تالیف ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد منظرِ عام پر آئے گا۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ اس سے قبل ایک اور کتاب پر آپ حضرات کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ فقط

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

انخت پناہ ، فضیلت دشنگاہ ، جامع علوم معقول و منقول ،
 حادی قنون فروع و اصول ، عزیزی و ابن عجمی مولانا سید شاہ ابوالحسن
 احمد اشرف ابن قدوة السالکین ، زبدۃ العارفین جناب سید شاہ
 ابوالحسن علی حسین سجاده نشین سرکار کمال آستانہ کچھوچھو شریف
 ضلع فیض آباد۔ حجب ۱۲۸۷ھ مظفر پورم یکشنبہ ۱۳۲۷ھ ہجری کو
 مقام ابراہیم پور ضلع بھاگلپور۔ مکان شیخ محمد عالم صاحب صدیقی دتیل عظم
 پر رونق افروز ہوئے اور چندے حسب خواہش مریدین و معتقدین قیام
 فرمایا تو بعینہ طبابت کچھ میری ضرورت بھی محسوس ہوئی۔ آخر تار پتار
 خط پر خط بھیج کر مجھ کو قصبہ جالیں ضلع رائے بریلی سے اپنے پاس طلب کر لیا
 سوچ بیتی ہی عجائبی و ششماغل علمی شروع ہو گئی۔ ادھر ایک طرف کثرت
 اعتقاد خافل و غلط و عجائیں میلاد خیر العباد مذاق قلبی پڑھا سنے کے لئے

کا وجود ایک مضبوط گوشت سے زیادہ وقعت نہ رکھتا، ذرا سی حرکت
کی اور خطر و منع کے غار غریق میں پڑی پسلی چور ہو گئی۔ معاذ اللہ اسلام
کیا ٹھہرا خود کشی کا ذریعہ، موت کا شکنجہ ٹھہرا، اگر کوئی دشمن عقل والا
یکلف اللہ نفساً الا وسعها کے خلاف اس شکنجہ کو محلی اسلام قرار
دے کر قول ثانی کو درختار میں معتز لیں گا گڑھا ہوا فقرہ دکھلاتا ہے
تو کیا اس موافقت اتفاقی کا نتیجہ یہ ٹھہرے گا کہ اہل سنت و جماعت
پر اعتزالی کا الزام رکھ دیا جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ اگر رکھ دیا جائے تو
اسلام کا موحد ہوتا بھی الزام سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اس لئے کہ بعض
مذاہب کفر بھی تو حیدر کی راستے پر استقلال کا حقہ رکھتے ہیں جس کی شہادت
و شہادہ پر اسلام کی کتابیں تیار ہیں۔ میرے نزدیک اگر درختار کی عبارت
قائیں اعتزاعی نہیں تو قائل نظر انداز ضرور ہے۔ اس لئے کہ صاحب
درختار کی تحقیق کا اثر نہ ائمہ مجتہدین کے اجتہاد میں پایا جاتا ہے نہ حضرات
مستدین کے ارشاد میں۔ یہاں دونوں گروہوں کا نشانی کی تحقیق پر عمل
ہے جس نے صاحب صافات امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب لکھ دیا ہے
کہ ان حقیقۃ الاشیاء فی الاصل اباحت۔

سوال (۳)

شرع شریف میں بدعت کس کو کہتے ہیں۔؟

جواب (۲)

شرع شریف میں بدعت مسالین من الامور کو کہتے ہیں جیسے خود

جواب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احداث یعنی بدعت سے آگاہ ہیں۔
بخشنے کے لئے ارشاد فرماتے ہیں من اصل ثقی امرنا هذا مالین
منہ ضرور اور اطلاق مسالین منہ کا اس چیز پر صحیح متصور ہو گا جو امور سے
خارج اور نہیں منہ کے تحت میں داخل ہوگی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ
ہے کہ احکام شریعت کے دو قسم ہیں، ادا اور نواہی۔ ادا کے پانچ
قسم ہیں۔ فرض، واجب، مستحب، مباح۔ اور نواہی
کے تین قسم ہیں۔ حرام مطلق، مکروہ تحریمی، مکروہ۔ انہیں آٹھ قسموں
میں تمام صاحباء و ابہ النبی محدود ہے۔ کوئی چیز اس محدود سے قدم
باہر نہیں رکھ سکتی۔ جس بدعت کہ جناب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے مسالین منہ سے تعبیر فرمائی ہے اس سے اسی محدود کا وہ
حصہ مراد ہے جو اقسام نواہی یعنی حرام مطلق، مکروہ تحریمی، مکروہ سے
متصور، اور اقسام ادا سے بالکل علیحدہ ہے اس لئے کہ اطلاق
مسالین من الامور کا ادا پر ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جن کو حق تعالیٰ نے
دولت نفقہ سے بالذات فرمایا ہے ان کو اسی حدیث شریف سے معلوم ہو گیا
کہ مسالین من الامور کو مساکان من الامور بنا لینا روت کی نشانی ہے۔
علیٰ بن ابی القاسم اس کے برعکس یعنی مساکان من الامور کو مسالین من
الامور بنا لینا جرم روت سے بری نہیں ہو سکتا۔ اسی بنیاد پر فقہاء کا

کثر محدثین نے بجا سے منہ سے غیر روایت کیا ہے اور دونوں کا حاصل ایک ہے ۱۲ منہ

قوت سے ہے کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال سمجھنا کفر اور بنا لینا روت ہے
 جو لوگ اس بدعت کو جس پر صالیس من الاصر کا اطلاق عقلاً اور نقلاً ہرگز
 صحیح نہیں ہے خواہ بخواتین حرام ٹھہراتے ہیں ان حضرات سے بری نہیں ہو سکتے
 الاصر احفظنا منہ اس امور بدعت کی حقیقت محققین کے نزدیک
 اقسام ادا کے تین قسموں میں محقق ہوتے ہیں۔ اول وجوب میں اس لئے
 کہ وجوب کے دو قسم ہیں وجوب عقلی و وجوب نقلی۔ کسی چیز کا مشروعیت
 میں قطعی الدلالة اور ظنی الثبوت یا بالعکس یعنی ظنی الدلالة و قطعی الثبوت
 ہونا وجوب نقلی ہے، جیسے علم دین کا حاصل کرنا۔ اور وجوب عقلی
 کا موقوف علیہ ہونا وجوب عقلی ہے جیسے علم دین کے لئے علم صرف و نحو
 کا پڑھنا یا تکمیل دین کے لئے مذاہب اربعہ کے کسی مذہب کا مقلد ہونا۔
 دوم استصحاب میں اس لئے کہ استصحاب کے بھی دو قسمیں متصور ہیں۔
 ایک وہ کہ جس کا مدوح ہونا جزئی طور پر ثابت ہو۔ دوسرے وہ کہ جنہی
 طور پر ثابت نہ ہو بلکہ داخل ہو اس کلی میں جو عند الشرع مدوح ہو۔ سوم
 اباحت میں اس قسم میں تمام معاشرت و عادات بشری داخل ہیں اور
 ہر معاشرت اور ہر عبادت پر اس بدعت کا اطلاق صحیح ہے جو صالیس من الاصر
 ضرر کے مفہوم سے علوہ اور صاکن من الاصر کے معنی میں داخل ہے
 اس تحقیق کے موافق شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے سوالات
 میں تحریر فرمایا ہے کہ بدعت کے پانچ قسم ہیں، اول بدعت
 الاصر جو وہ بدعت ہے کہ صالیس من الاصر میں ثابت ہے۔ دوم

بدعت مستحبہ یعنی وہ بدعت جس کا استجاب اس کلی کے ضمن میں متصور ہے۔
 جو عند الشرع مدوح ہے۔ سوم بدعت مباحت یعنی وہ بدعت جو شخص خواہی
 میں داخل نہ ہونے سے امور بہ سمجھی گئی ہے۔ چہارم بدعت مکروہہ یعنی
 وہ بدعت جو مکروہ سے پیدا ہے۔ پنجم بدعت محرمہ یعنی وہ بدعت جو حرام
 یا مکروہ تحریمی سے پیدا ہے۔ ان اقسام خمسہ سے تین قسموں یعنی بدعت
 واجبہ و بدعت مستحبہ و بدعت مباحت کو اصطلاح علماء میں بدعت حسنہ
 کہتے ہیں اور بدعت محرمہ و بدعت مکروہہ کو بدعت سیئہ۔

سوال (۳)

کیا کل بدعتیں حرام نہیں ہیں؟

جواب (۳)

جب خود جناب سرور عالم علیہ السلام نے اس کلی
 بدعت ضلالہ کے کلیہ کو ارشاد فرمایا ہے تو کسی مسلمان کو کل بدعتوں
 کے حرام ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ حدیث
 شریف کل بدعت ضلالہ میں لفظ بدعت سے لغوی معنی مراد لیا جاتا ہے
 یا اصطلاحی اگر لغوی معنی مراد لیا جاتا ہے تو کفر و شرک کے معنی بھی لغوی
 مراد لینا چاہیے اور ہر شے کے انکار پر حق ہو یا ناحق کفر کا فتوہ دینا چاہیے
 اور دو چیزوں کو ملا دینے پر حرام ہو یا حلال شرک کا حکم دینا چاہیے
 حالانکہ کسی نے آج تک ایسا وحشیانہ حملہ دولت اسلام پر نہیں
 کیا۔ اور اگر اصطلاحی معنی مراد لیا جاتا ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ وہ

اصطلاح شائع علیہ السلام سے منقول ہے یا غیر ہے۔ اگر
محض غیر سے منقول ہے تو بمقابلہ اُس اصطلاح کے جو خاص شائع
علیہ السلام سے منقول ہے ہرگز قابل اعتبار متصور نہیں ہو سکتا
ہے جیسا کہ بعض فقہاء کو تسامح واقع ہوا کہ بدعت کی تعریف میں صحت
نقل حدیث کی شرط کو داخل کر کے یوں تحریر فرمایا ہے کہ بدعت اُس
کو کہتے ہیں کہ جس کا حدوث بعد قرون ثلاثہ ہوا ہو حالانکہ یہ اصطلاح
شائع علیہ السلام سے منقول نہیں ہے۔ شائع علیہ السلام سے جو
اصطلاح منقول ہے وہ اسی کلیہ کے پیشتر ساتھ ہی ساتھ مذکور ہے
یعنی فرمایا جناب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ کل محدث
بدعت اور محدث کی حقیقت معلوم ہو چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے احداث سے احداث صالین من الامر مراد لیا ہے۔
جب احداث کا اصطلاحی معنی خود شائع علیہ السلام سے مقرر ہو گیا
تو یہ واضح ہوا کہ بدعت کے معنی میں لغوی معنی بھی داخل ہے
جو لوگ بدعت کو باعتبار معنی لغوی کے حسنہ و سیئہ کی طرف تقسیم کرتے
ہیں ان کی نظر محض افہام و تفہیم پر رہتی ہے۔ ورنہ شریعت نے یہ موقع
نہیں دیا کہ بدعت کو کوئی اصطلاحات ادا امر سے مقرر کر سکے۔ یہی اشار
ہے کہ جب اُس بدعت کو لکھتے ہیں جو افراد ادا امر سے ہے تو خواہ مخواہ
اصطلاحات سے متصف کر دیتے ہیں اور جب اس بدعت کو لکھتے ہیں جو
اصطلاحات ذاتی سے ہے تو لفظ سیئہ سے متصف کرنے کی ضرورت

نہیں سمجھتے۔ صرف لفظ بدعت پر اکتفا کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ اصطلاح اخیرہ یعنی
بدعت مطاقہ سے بدعت سیئہ مراد لیتا شائع علیہ السلام سے منقول
ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔

سوال (۴)

یہ اعتبار معنی لغوی بدعت کی تقسیم حسنہ اور سیئہ کی طرف عقلی ہے یا نقلی؟

جواب (۴)

بدعت کی تقسیم حسنہ اور سیئہ کی طرف عقلی و نقلی دونوں ہے۔
عقلی تقسیم کی صورت یہ ہے کہ افہام و تفہیم کی غرض سے بدعت معنی لغوی میں
کے محض عروض حرمت کا اعتبار کیا، عروض حرمت کا اعتبار کرتے
ہی بدعت دو قسم پر منقسم ہو گئی۔ ایک وہ بدعت جس کو شائع علیہ السلام
نے حرام کیا ہے۔ دوسرے وہ بدعت جس کو شائع علیہ السلام
نے حرام نہیں کیا ہے۔ جس کو شائع علیہ السلام نے حرام کیا ہے
اُس کو فقط بدعت یا بدعت سیئہ کہتے ہیں۔ اور جس کو حرام نہیں کیا
اُس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ اور نقلی تقسیم کی صورت یہ ہے کہ جب
جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ترویح کی بیس رکعتوں کو
جاری کیا تو ارشاد فرمایا کہ نعم البدل عہ یعنی بدعت حسنہ کا
استحسان لفظ نعم سے ظاہر فرمایا۔ جیسا کہ تمام کتب احادیث
میں مذکور ہے۔ اس روایت سے صاف معلوم ہو گیا کہ بدعت

بمعنی لغوی کو حسنہ و سیئہ کی طرف تقسیم کرنا سنت فاروقی ہے۔ اور موافق
مضمون حدیث شریف علیہ السلام لبنتی و سندا خلفاء الراشدین
کی سنت فاروق عین سنت نبوی ہے۔ اور اس کے ضمن میں یہ
بھی معلوم ہوا کہ حضرت فاروق اعظم کے علم میں جناب سرور عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احداث سے جو حدیث مذکورہ بالا میں داخل
ہے احداث صالحین من الامم مراد لیا ہوتا۔ اس نظر عمیق سے
نہایت وثوق کے ساتھ پتہ چلتا ہے کہ خود جناب سرور عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احداث کو بمعنی لغوی اختیار فرما کر
بدعت سیئہ کو مایس من الامم سے ظاہر فرمادیا۔

سوال (۵)

بدعت کے شن و قبح کو دریافت کر کے اس کو مایس یا منہی
عیناً قرار دینا کس کا کام ہے ؟

جواب (۵)

مدارج مجتہدین سے ہر مجتہد کا کام ہے۔ حتیٰ کہ مجتہد فی الکتاب بھی
مستحسناات و مباحات کا استخراج احکام کلیہ سے کر سکتا ہے۔
بشرطیکہ وہ مجتہد فی الکتاب ہوئے خروج ورفض و تہیب و غیر سے
پاک ہو۔ اور علمائے زمانہ نے اس کے اجتہاد کو بآفاق تسلیم کر لیا ہے۔
اگر مجتہدوں کو ایسا وسیع میدان استخراج مسائل کا نہ دیا جاتے گا تو
امر بیکہ کے مسلمانوں کو ان عادات و معاشرت کی حلت و حرمت معلوم

نہیں ہو سکتی جو دیگر ممالک اسلامیہ کے معاشرت و عادات میں داخل نہیں
ہیں۔ اس تو وسیع مرتبہ اجتہاد کی بنیاد پر مسلمانان ہند اپنے اہل
معاشرت و عادات کی حلت و حرمت دریافت کرنے کے لئے علمائے
عرب و عجم کے محتاج نہیں۔ فقط مجتہدین ہند مثل حضرت شاہ عبدالغنی
محدث دہلوی و شاہ عبدالعزیز مولانا عبدالحی لکھنوی وغیرہ کا اجتہاد
کافی ہے۔ ہاں اگر کسی مسئلہ میں ان مجتہدوں نے اختلاف ہے تو مجوز کا
قول بمقابلہ منکر کے مفتی بہ سمجھا جاتے گا۔ اس لئے کہ مستحسناات و مباحات
میں مجتہدوں کی نظر و وجہ حرمت و کراہت پر ہوتی ہے۔ جب حرمت
و کراہت کے وجہ سے کوئی وجہ نہیں پاتے تو حکم جواز کا دیتے ہیں یا مفسد
مذاور یا قباختہ نیست لکھ کر اس بات سے مطلع کرتے ہیں کہ ہم نے اس
مسئلہ کی نسبت تمام وجوہ حرمت و کراہت پر نظر ڈالی ہے اور کوئی ایسی
وجہ نہیں پائی۔ اور چونکہ ایسے محل میں یہ لکھتے ہیں کہ شریعت ساکت ہے
یا شرع شریف میں نہایت نہیں ہے یا شریعت میں اصل لہ ہے وہ وہابیوں
کی تقلید کرتے ہیں۔ اس لئے کہ سکوت شریعت و عدم ثبوت مفید حرمت
نہیں بلکہ مفید اباحت ہے۔ اسی سے مستحسناات و مباحات میں منکرین کا
انکار سا قسط الاعتبار سمجھا جاتا ہے۔

سوال (۶)

حنفیوں اور دہابیوں میں اختلاف کیوں ہے؟

جواب (۶)

جب عہد خلافت جناب صدیق اکبرؓ و جناب فاروق اعظمؓ و جناب
 ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں اسلام کا ستارہ اقبال عرش ترقی پر
 معراج گزین تھا تمام امور خلافت و روز مملکت و اشاعت اسلام و تعلیم
 مختلف الاقوام کے متعلق جو وزارت مستحسنت و مباحات کے نئے نئے مسئلے
 پیش آتے تھے ان سب کے احکام کا دار و مدار اصحاب کبار خصوصاً خلفائے
 ثلاثہ کی اس قوت تفقہ و زور اجتہاد پر تھا جو جناب سرور عالم صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کے فیضانِ محبت و برکات تربیت سے پیدا تھا۔ اس
 زمانہ مقدس کے فتووں کا ذخیرہ علما کے مدینہ کے ہاتھ لگا اور جب
 زمانہ خلافت جناب اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ
 وجہہ پیں و ارا خلافت کو ختم فرمایا تو اس زمانہ متبرک کے فتووں کا مجموعہ
 علما کے کوفہ کے ہاتھ لگا علما نے مدینہ میں حضرت امام مالک برگزیدہ
 اور سربراہ آوردہ تھے اس لئے ان کا مذہب مالکی کے نام سے مشہور ہوا
 اور علما کے کوفہ میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوئی مقدس اور نام آور
 تھے اس لئے ان کا مذہب حنفی کے نام سے مشہور ہوا۔ علما کے مالکیہ
 ان احکام سے بھی مطلع تھے جن کو ایک خلیفہ کے بعد دوسرے خلیفہ نے
 ضرورت وقت کے لحاظ سے منسوخ کر دیا تھا۔ لیکن خلیفہ چہارم

کے منسوخ کردہ احکام سے بسبب عدم شہرت کے علمائے مدینہ آگاہ نہ
 تھے۔ علیٰ ہذا القیاس مدینہ کے بعض ناسخ و منسوخ احکام سے
 علمائے حنفیہ بھی آگاہ نہ تھے۔ اسی سبب سے دونوں مذاہبوں کے
 مسائل جزئیہ میں اختلاف کی صورت پیدا ہوئی اس اختلاف کو رفع کرنے
 کے لئے دونوں اماموں نے نہایت عرق ریزی کے ساتھ مسائل فقہیہ
 کی احادیث صحیحہ سے تطبیق و توفیق شروع کی لیکن تمام سعی نا تمام رہی
 وجہ یہ تھی کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے محض جناب اسد اللہ الغالب
 علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ و حضرت عبد اللہ ابن مسعود و انصاری
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے تلامذہ کو کہ یہ حضرات جامع تھے فتاویٰ
 مدینہ و کوفہ کے اور واقف تھے تمام احکام و احوال زمانہ رسالت و
 خلافت راشدہ سے اپنی صحت حدیث کا مرجع و منتہی مقرر کر لیا تھا۔ اور
 امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بالکل اس کے بالعکس کیا تھا۔
 اختلاف اسے رفع ہوتا تو کیونکہ ہوتا۔ آخر کار دونوں مذاہبوں کا اختلاف
 جو مستحسنت و مباحات کے محض مسائل جزئیہ ہیں تھا اختلاف العلماء
 رحمۃ کے اندر سمجھ لیا گیا۔ اور اسی اختلاف سے ساتھ دونوں مذاہب
 ممتاز ان ترقی کو طے کرنے لگے۔ مگر افسوس کہ اس زمانہ تحقیق و تحقیق
 و طے منازل ترقی میں بہتر مذاہب باطلہ پیدا ہو گئے تھے جن کو فقہ مالکی
 و حنفی سے کوئی مدد نہیں ملتی تھی۔ جب ان دونوں مقدس و متبرک
 فقہ سے مطلب برآری نہ کر سکے تو ہمدانہ لباس میں صورت برآ ہو کر

وہنچ احادیث ہیں وہ دستگاہ حاصل کی کہ اپنے تراشے خراوے مذہب کو
اپنے ہی احادیث موضوع سے سڈول اور خوشنما کر کے ایک عالم کو اپنا
ولد اور وفیر بیٹہ بنا لیا۔ خیر ان کے مذہب کا ڈھا چھ تیار ہونا تو درکنار
آفت یہ ٹوٹ پڑی کہ مالکیہ اور حنفیہ مذہب کے محدثوں کو ثقات سے
حدیث کی صحت و شواہد ہوتی اور احادیث موضوع کا ثقفہ و غیر ثقفہ
دونوں کے زبانوں پر گزر ہو گیا۔ اسی پر آشوب زمانہ میں امام شافعی
نے فقہ حنفی و مالکی کی نہایت احتیاط کے ساتھ دوبارہ احادیث صحیحہ
سے تطبیق و توفیق شروع کی جس سے ایک تیسرا مذہب شافعیوں کا پیدا
ہو گیا۔ اس مذہب میں فقہ مالکی کا بہت زور ہے، وجہ یہ ہے کہ
امام شافعی بہ سبب مدنی ہونے کے فقہ مالکی کے مفسر سے آگاہ تھے
اور فقہ حنفی کے رموز سے بالکل مطلع نہ تھے۔ اس نقص کے رفع
کرنے کے لئے حضرت امام شافعی کے شاگرد ارشد امام احمد بن
حنبل تیار ہو گئے جس سے چوتھا مذہب بھی پیدا ہوا۔ چونکہ ان
چاروں مذہبوں کا اختلاف محض مستحبات و مباحات کے مسائل
جزئیہ میں متعلق ہے اس لئے چاروں کا برگزیدہ و مقبول ہونا
مسلم ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل کی مسند دیکھنے سے معلوم
ہوتا ہے کہ امام صاحب موصوف نے اکثر مسائل پر تیسرے
میں امام اعظم کی طرف رجوع فرمایا ہے اور انھیں امام احمد بن
حنبل کی برگزیدگی اور قبولیت دیکھ کر تدوین احادیث صحیحہ کا شوق اکثر

محدثوں نے پیدا کیا۔ چنانچہ امام بخاری بھی امام صاحب موصوف کے
شاگردوں اور دیکھنے والوں سے تھے۔ جنہوں نے صحیح بخاری
کی تدوین نہایت احتیاط سے کی لیکن افسوس یہ ہے کہ امام
بخاری نے باوصف تقلید امام شافعی کے کسی مذہب کی تحقیقی روشی
کو اپنی ذاتی تحقیقات کا رہنما نہ بنایا۔ اسی طرح امام مسلم بھی ہر مذہب
کی تحقیقی آب و تاب سے بالکل الگ تھلک رہے۔ علی بن القیاس
امام شریفی، ابو داؤد، نسائی ابن ماجہ وغیرہ بھی ثقل احادیث ہیں
امام بخاری و امام مسلم کے مقلد رہے۔ ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ توہر توبہ
ائمہ میں سے کوئی شراکام کیا بلکہ یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ کیا وہ آئندہ اسلام
کے لئے مضرت ثابت ہو یعنی ان کی وہی ذاتی تحقیقات محدثوں کے
تجربہ میں مضبوط ہوتے ہوئے ان کے دلوں میں غیر مقلدانہ خیالات
پیدا کرنے لگی۔ جتنے کہ ان خیالات کا اثر مذہب اربعہ میں پہنچ کر
کتب فقہ میں اندھا دھند مچانے لگا۔ اسی تلاطم میں رفتہ رفتہ ابن تیمیہ
کا ظہور ہوا۔ اور اس نے عدم تقلید کی بنیاد دینا میں ڈال دی۔
ہنوز بنیاد ہی بنیاد تھی کہ قاضی شوکانی جیسے پیدا ہوئے، اور اس
کی بنیاد کو خوب مضبوط کر دیا۔ لیکن ظاہر ہے کہ بدون تائید الہی
کے کسی مذہب کی اشاعت کیونکر ہو سکتی ہے۔ اشاعت تو نہ ہوئی مگر
اس کا اثر ابن عبد الوہاب نجدی تک نجد میں قائم رہا جس نے نہایت
فیاضی سے اس کو امام الوقت بننے کا حوصلہ مرحمت کیا۔ جو صلہ پاتے

ہی خدم و حشم ہمراہ سے کریمہ مکرمہ مدینہ منورہ پر ملائے بے دریا کی
 طرح ٹوٹ پڑا۔ خیریت یہ گزری کہ سلطان وقت نے اس کا مقابلہ کر کے
 اس کو توبہ تیغ کیا۔ اور اوروں کو کان ناک کاٹ کے نکال دیا۔
 اس کے تصنیفات کو آگ میں پھوک کر خاک و سیاہ کر دیا۔ ورنہ
 اس کی تہمت تھی کہ مسجد نبوی کو مسمار و قبیۃ اظم کو منہم اکبر قرار
 دے کر بے نشان کر دے۔ اسی واقعہ ہوٹنک کے
 قریب مولوی اسماعیل دہلوی غیر مقلد نے خروج کیا۔ اور ابن عبد الوہاب
 بخدی کی ایک کتاب یعنی کتاب التوحید جو نہیں معلوم کس وجہ سے
 محفوظ رہ گئی تھی، مولوی صاحب مذکور کے ہاتھ لگی۔ یہاں دہلی میں
 مولوی صاحب کے جدامجد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی محدثانہ
 پال ڈھال سے پہلے ہی سے لوگوں کو توہم کا دلدادہ بنا رکھا تھا۔
 کتاب التوحید کے ہونے چاہتے ہی دہلی میں عدم تقلید نے ایسا زور پکڑا کہ
 رفتہ رفتہ بڑی بڑی ریاستیں مثل بھوپال و ٹونک وغیرہ کے اس
 کی مقبوضہ ہو گئیں۔ ان ریاستوں سے مختلف صورتوں میں توہم
 پھور پڑ رہا ہو کر تمام ہندوستان کی سیر کرنے لگا۔ اس دور و دھوپ
 میں اس کی خوش نصیبی سے دیوبند کا مدرسہ ہاتھ آیا۔ اسبابہ حال
 ہے کہ اس مدرسہ میں پوچھا فوراً توہم کے سانچے میں ڈھال دیا گیا
 تخریب دین وہاں کے تھے تھے بچوں کا کھیل ہے، بربادی احناف
 وہاں کے چھوٹے چھوٹے لڑکوں کا ادنیٰ تماشہ ہے۔ وہ وہ مستلے سو جھٹتے

ہیں کہ شیخ بخدی کے جدامجد کو بھی نہ شوجھے ہوں گے۔ آج امکان کذب
 باری تعالیٰ و امکان نظیر کے مسئلے چھڑتے ہیں۔ کل نبوت و رسالت
 کی تنقیص مراتب میں کوشش کی جاتی ہے۔ ایک جناب غوث الثقلین
 بکے دربار میں گستاخیاں کر رہا ہے۔ دوسرا خواجہ خواجگان کی خدمت میں
 بے باکیاں۔ خدا نخواستہ اگر عقائد کی اڑھیر بن سے تھوڑی دیر ساکت
 رہ کر اعمال کی طرف جھکے تو آج کو احلال کیا جاتا ہے۔ کل جواز شہود
 کی فکر کی جاتی ہے۔ سنا گیا ہے کہ سینڈک تو درکنار گوہ کھانے کی
 اجازت دی جاتی ہے۔ کبھی خبر آتی ہے کہ متعہ اور تقیہ جائز کرنے کی
 تدبیر کی جاتی ہے۔ غرض عقائد ہو یا اعمال جس طرف مائل ہوتے اس
 کی ایسی خبر لی کہ الامان و الحفیظ۔ لیکن احناف کے قلوب فقط عقائد
 کے خبر لینے سے ڈھکتے ہیں۔ اگر فقہین شیخ بخدی عقائد حقہ کے مٹانے سے
 باز رہتے، تو فقط اعمال مختلف فیہ کے درہم برہم کرنے سے احناف
 میں اتنی بے چینی نہ بھینکتی۔ اگرچہ بخدیوں کو یہ اقرار کرنا سخت دشوار
 ہے کہ عقائد اسلام کی دولت پر ہم ڈاکے پڑا کے مار رہے ہیں کیونکہ
 اپنا عیب کسی کو نظر نہیں آتا۔ لیکن حبیب سر بہ گریبان ہو کر
 تھوڑی زیر غور کریں گے تو یہ امر مثل آفتاب کے روشن
 ہو جائے گا کہ بے شک یہ ہمارے ناشائستہ حرکت
 زمرہ احناف ہیں۔ بے امنی کا سبب ہے۔ واللہ ثم باللہ اسی
 بے امنی سے زمرہ احناف کو آج یہ روز سیاہ و کھنڈا پڑا کہ پورا ہے

اپنے اپنے پیران سلسلہ کی تحقیر و تہنیک کا ہولناک منظر اپنی آنکھ سے دیکھتے ہیں اور خون جگر پی کر رہ جاتے ہیں اور دن رات وہابیوں کے ہاتھ سے اسے تو یہ بلکہ نجدیوں کے اس شمشیر زباں سے جس میں کاش و مشرک و بدعتی بنانے کا جو ہر ہے زخمی ہوئے ہیں اور فلک کج رفتار و چرخ جفا شعار کو دیکھ کر رو دیتے ہیں یہ تو عوام کا حال ہے خواہ اس کا حال اس سے زیادہ افسوسناک ہے اس لئے کہ دو دو مصیبتوں میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ادھر عوام اپنا پر دست شفقت رکھنا اور نجدیوں سے ختم ٹھوک کر مناظرہ کرنے کو تیار ہونا، اگر اسی عذاب میں وہابیوں کی جان پڑ جاتی تو اشاعت کتب عقائد باطلہ کا موقع ان کو نہ ملتا۔ میرے خیال میں اس اشاعت سے وہابیوں کو حقوڑی بہت کامیابی حاصل ہوتی یعنی عوام احناف کو وہابیوں کے منہ سے صحاح ستہ کے اسمائے سنت ہی اپنا مذہب کمزور نظر آنے لگا، حالانکہ مذہب اربعہ دلائل اربعہ سے مضبوط و مستحکم ہیں۔ اس موجودہ حالت کو سمجھ بوجھ کر ہر شخص یہ راستے قائم کر سکتا ہے کہ حنفیوں اور وہابیوں میں اختلاف پیدا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہابیوں نے جامعین فن حدیث کو اپنے مدعا کے موافق یا کے اور کتب فقہ کے بعض تسامحات سے استدلال کا موقع دیکھ کے مذہب ابن تیمیہ و قاضی شوکانی و محمد بن عبد الوہاب نجدی کے اجداد کا بیڑا اٹھایا ہے اور حنفیوں نے حقوڑی بہت اس کی روک ٹوک کی اسی حالت

میں علمائے احناف نے ان مسائل کی خوب اچھی طرح چھان بین کر دی جن پر فرقہ بندی کے عقائد ضالہ کا اثر پڑتا تھا۔ اور حقیقت میں عقائد حق سے تعلق رکھتے تھے جیسے قیام مولود شریف و جواز فاتحہ مروجہ وغیرہ۔ چونکہ اس وقت ہماری گفتگو جواز فاتحہ میں ہے۔ اس لئے تمام مسئلوں کو چھوڑ چھاڑ کر جواز فاتحہ کے متعلق اس قدر کہنا اور مناسب سمجھتے ہیں کہ فاتحہ مروجہ کی حرمت اولہ اربعہ سے ثابت نہیں ہو سکتی۔ اس مسئلہ میں وہابیوں کی مخالفت شاید اس بنیاد پر ہے کہ احناف کو ارواح اولیاء و شہداء سے استفادہ و استفادہ کا موقع باقی نہ رہے۔

سوال (۷)

اگر فاتحہ مروجہ کو عقیدہ باطلہ کا ایہام عارض ہو تو وہ واجب ترک یا نہیں؟

جواب (۷)

ما نحن فیہ میں ایہام کا عارض ہونا نفس الامر کے بالکل خلاف ہے کوئی عقل سلیم تسلیم نہیں کر سکتی کہ کسی عقیدہ باطلہ کے باعث بانی نے فاتحہ مروجہ کو رواج دیا ہے۔ اور اگر ایہام کا ظہور زمانہ بنا کر فاتحہ مروجہ کے بعد ہوا ہے تو اس مقام پر عقیدہ باطلہ کا ثبوت محال ہے جہاں تک استقرار کیا جاتا ہے ارواح اموات کے بارے میں تمام اہل اسلام کا یہ اعتقاد پایا جاتا ہے کہ ارواح عامہ مسلمین سے

ارواح صالحین کو اور ارواح صالحین سے ارواح شہداء کو اور
ارواح شہداء سے ارواح صدیقین کو اور ارواح صدیقین سے
ارواح انبیاء و مرسلین کو اور تمام انبیاء و مرسلین سے روح پر قیوم
جناب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زیادہ تر انبساطی
حالت حاصل ہے۔ اور یہ اعتقاد نہ عقل کے خلاف ہے نہ
نقل کے کما صرح بہ المحققون جب عقل و نقل کے
خلاف یہ اعتقاد نہ ٹھہراتو اس عقیدہ حقه کا ایہام اگر فاتحہ
مروجہ کو عارض ہے تو وہابیوں کا کیا بگڑتا ہے جو خواہ مخواہ اس
کے عدم جواز کے لئے کمر بستہ تیار ہیں۔ اور اگر وہابیوں کے
نزدیک یہ عقیدہ، عقیدہ باطلہ ہے تو احناف کو اظہار عقیدہ
مذکورہ کی ترغیب فاتحہ مروجہ کو مستحسن و مستحب سمجھنا چاہیے۔

الحاصل جب تک فاتحہ مروجہ میں ایہام عقیدہ باطلہ کا
عروض ثابت نہ ہو فاتحہ مروجہ واجب الترتیب کیونکر ہو سکتا
ہے۔ جنہوں نے فاتحہ مروجہ کے عدم جواز پر حدیث شریف
میں تشبیہ بقوم فلول و منہدم سے استدلال کیا ہے، وہ
حدیث شریف کے محقق معنی سے دور چلے گئے ہیں۔ تمام علمائے
فقہ کا اتفاق ہے کہ من تشبہ کا اطلاق بغیر وجود قصد و ارادہ
کے کسی شے پر صحیح نہیں ہو سکتا۔ فاتحہ مروجہ میں ہرگز تشبیہ مقصود
و مراد نہیں ہے۔

سوال (۸)

یہ اعتقاد رکھنا کہ ارواح اموات وقت فاتحہ خوانی کے ماکول
و مشروب سے متلذذ ہوتی ہے حق ہے یا باطل۔

جواب (۸)

بادی النظر میں اس سوال سے دو بحثیں قائم ہوتی ہیں اول
محبیۃ الروح عند ایصال الثواب دوم تلیذ بالروح
من الماکول و المشروب لیکن جب احوال نظر و وقت بصر سے
کام لیا جاتا ہے تو دونوں بحثوں کا نشا ایک ہی معادہ ہوتا ہے وہ یہ
ہے کہ مسائل پوچھتا ہے کہ جن امور کا کالبد غصری سے عالم حیات
میں تعلق رہتا ہے بعد ممات کے محض روح سے ان کا تعلق ثابت
ہے یا نہیں۔ میرے نزدیک جو لوگ سوال و جواب نگیرین و نشر
قبر و عذاب گوروادراک آوازہ السلام علیکم یا اہل القبور و دیگر مسائل
متعلق عالم برزخ پر غور کرنے سے عاجز نہیں ہیں، وہ یقین کر لیں گے
کہ بے شک بعد ممات کے روح کی قوت دراکہ بدون تعلق آلات
جسمانی و اعصاب غصری کے اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ ہر فعل و ہر
شے کی کیفیت متکلیف ہوتی ہے۔ اگر یہ اعتقاد نہ رکھا جائے گا تو
تمام مسائل عالم برزخ کے بے نام و نشان ہو جائیں گے۔ طرفہ یہ ہے
کہ عقل بھی ان مسائل شرعیہ کی رہنما ہے۔ اس لئے کہ تمام عقلا
نے تسلیم کر لیا ہے کہ جسم کثیف سے جسم لطیف کی قوت زیادہ ہوتی

ہے۔ جب ارواح عامہ مسلمین کے لئے یہ قوت دے کہ عقلاً و نقلاً مسلم
ہے تو ارواح صالحین و شہداء و صدیقین و انبیاء کا کیا کہنا ہے۔ خود
حق سبحانہ و تعالیٰ شہداء کی شان میں فرماتے ہیں بل احياء و لكن لا
تقدرون اور بل احياء و عن ربهم يزقون ۵

جب طبقہ شہداء کی قوت دے کہ گایہ حلال ہے کہ اطلاق احياء کا ان
پر بالنفس ثابت ہے تو صدیقین اور انبیاء کے طبقات جو طبقہ شہداء
سے بالاتر ہیں، حصول قوت دے کہ میں نفس سے کیونکر یہ نسبت طبقہ شہداء
کے بالاتر متصور نہ ہوں گے۔ الحاصل اگر اتبعوا محبت و تلمذ روح کا صرف
اس بنیاد پر ہے کہ بعد ترک قالب خاکی کے محض روح سے افعال جسمانی

کا تعلق ہونا بادی النظر میں غیر محقق ہے تو بدایت نظر کے فرضی اور بھی
میدان سے الگ تھاگ ہو کر انہیں مسائل شرعیہ کو پیش کرتے ہوئے
یہ کہیں گے کہ بے شک ارواح اموات ایصال ثواب کے وقت اپنی قوت
وہ ان کی بدولت مضبوط ہوتی ہیں کہ اس میں ایک ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہے
کہ ہم اس کو استعانتاً ان الفاظ سے کہہ سکتے ہیں جن کو واعظین نے محض
افعال بشری کے لئے موعود کرتے ہیں۔ وہ سربستان قال کے رہنے

والے جو نورس حلال سے بھی متلذذ ہو کر اسلام کے سچے شہداء بنے
ہیں۔ شہداء و صدیقین و انبیاء کی قوت دے کہ اس سے یہ نتیجہ پیدا کر سکتے
ہیں کہ بے ایصال ثواب کے وقت ارواح طبقات عالیہ کی
حالات انسانی باعث نزول برکات و انوار و جزائی ہے، اس

بنیاد پر طبقات عالیہ کے فاتحہ کی شیرینی تبرک ہوئے سے علیحدہ
نہیں رہ سکتی اور باوصف ان براہین قاطعہ کے اگر کسی بخدی کا
دماغ ان انوار حقانیت کی اور اک سے عاجز ہے تو سوال مذکورہ
کے جواب میں ہمیں یہ کہنا خلاف نہیں ہے کہ سائل کا سوال
نفس الامر سے بالکل علیحدہ ہے، افراد اسلام سے کوئی فرد
اس بات کا کہنے والا نہیں ہے کہ وقت فاتحہ خوانی کے خواہ مخواہ
روح ہماری طرح آتی جاتی ہے یا کھاتی پیتی ہے۔ یہ سب بخدیوں
کا بہتان ہے۔

سوال (۹)

عبادت مالی و بدنی کا ثواب اموات کو ملتا ہے یا نہیں؟

جواب (۹)

یہ مسئلہ اہل حدیث میں کبھی مختلف فیہ نہ تھا اور نہ ہے جمہور
محدثین کا ہمیشہ اتفاق رہا کہ عبادت مالی و بدنی کا ثواب اموات
کو ملتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس عبادت مالی کا ثواب اموات کو پہنچنا
عند الفقہاء بھی مختلف فیہ نہیں ہے۔ ہاں شروع شروع مذاہب
میں فقہاء کے نزدیک عبادت بدنی کا ثواب مختلف فیہ تھا لیکن
بہت جلد اختلاف رفع ہو گیا اور جمہور فقہاء کا اتفاق ہو گیا کہ
عبادت مالی کی طرح عبادت بدنی کا ثواب بھی اموات کو ملتا
ہے، جب ایصال ثواب بالکلیہ مشروع و مستحسن ہے تو اس

کا عرض جس فعل و جس صورت مبرا ہو گا اس کا استعسان اگر بعض
محال ہوتا رہتا تو اباحت کیونکر جاتی رہے گی۔ جو لوگ تعین و تحفیس
و التزام و اہتمام کے وجہ سے خواہ مخواہ اس فاتحہ مرّوجہ کو حرام کہتے
ہیں، تو یہ راستے محدثین یا فقہا کی اور آدوئی لفت و اذکار و اشغال
وغیرہ ہیں لینے سے کس کس چیز کو حرام کہیں گے،

معاذ اللہ! انھیں خیالات کا یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ آج اشغال و
اذکار سے انکار کیا، کل تقلید سے علیحدہ ہوتے۔ عرض روز ایک نہ
ایک نفس پرستی کے دام میں پھنس کر اس صراطِ مستقیم سے
بالکل علیحدہ ہو گئے جس میں فقہاء اور محدثین کے سوائے اولیائے
عظام و مشائخ کرام کی چھڑت کا خوشنما منظر انوارِ حقانیت کے
رنگِ روپِ دل لٹھانے کو تسخیر کا نقشہ کھینچ رہا ہے۔ اس مقام پر
غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ باوصف اس علم کے کہ فاتحہ
مرّوجہ کے جواز پر تمام احنافِ ہندوستان کا اتفاق ہے اور بعض
مجتہدین ہند نے اس کو جواز کا فتوے بھی دے دیے التزام
و اہتمام وغیرہ کی وجہ سے فاتحہ مرّوجہ کو حرام کہتے ہیں، بے شک
انھوں نے عدم تقلید کے جرم کو آسان سمجھ لیا ہے۔ اور اپنا
قدم تو سب کے پہلے زینے پر رکھ دیا ہے۔ قریب ہے کہ مراقبات
و مکاشفات اولیاء اللہ سے انکار کریں اور رفتہ رفتہ دریاب

رسالت میں پہنچ کر تمام عقائد اسلامی کے خواہر کو تیز پیر کر دیں
نعوذ باللہ من ذلک! سچ تو یہ ہے کہ ایسے گروہ مانع بالشر کو
جو ایصالِ ثواب کا طریقہ بدوین کسی دلیل شرعی کے بند کرے،
غیر مقلد اور وہابی کہنا نامناسب نہیں، بلکہ مناسب اور انسب ہے

سوال (۱۰)

فاتحہ مرّوجہ یعنی ماکول یا مشروب سامنے رکھ کر آیات
قرآنی یعنی درود شریف و سورۃ فاتحہ وغیرہ پڑھنا اور اس کا
ثواب مردوں کو پہنچانا جائز ہے یا نہیں۔ ۹

جواب (۱۰)

جائز ہے اور جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جہاں تک غور کیا
جاتا ہے صورت اس عمل خیر کی عبادت مالی و عبادت بدنی
دونوں سے مرکب پائی جاتی ہے اور ترکیب دونوں عبادتوں
کی نامشروع نہیں اس لئے کہ اجتماع دو عبادتوں کا بعض
اوقات میں خود شریعت نے جائز رکھا ہے۔ جیسے کوئی
صائم حالت صوم میں نہ کوۃ ادا کرے تو شریعت اس کو ناجائز
نہیں کہے گی، علاوہ بریں جناب امیر المومنین مولانا علی کرم اللہ
تعالیٰ وجہہ کا نماز کے اندر کسی مسکین کو انگشتی عطا فرمانا محقق
ارباب سیر سے ثابت ہے جب فقدان وجہ حرمت و کراہت جواز

فاتحہ مرقبہ و اجتماع عبادت مالی و بدنی کے لئے کافی ہے تو اس روایت مذکورہ سے اگر جواز کا رخ استحصان کی طرف نہ ہوگا تو خود جواز کیونکہ ضعیف و سبب اصل ہو جائے گا۔ یہی یہ بات کہ ماکول و مشروب کو سامنے رکھنے کی کیا ضرورت ہے، تو اس کے جواب میں یہ کہنا مناسب ہوگا کہ سلب ضرورت جائز نہیں ہے نہ سامنے رکھنے کی ضرورت ہے نہ نہ رکھنے کی، جب دونوں برابر ہیں تو دیکھنا یہ چاہیے کہ مصلحت شرعی یعنی احتیاط و تقویٰ کس طرف ہے۔ انصاف کے نزدیک قبل از قرأت درود و سورۃ فاتحہ وغیرہ کے مقدار خیرات کو مقرر کر دینا اور قاری کے سامنے رکھ کر پھر اس سے بالکل بے تعلق ہو جانا اور فوراً اس کو اپنے محل پر صرف کر دینا یہ سب باتیں مفید احتیاط و تقویٰ ہیں۔ بخلاف صورت معکوسہ کے کہ اس میں احتیاط و تقویٰ کا بالکل لحاظ نہیں ہے۔ الحاصل اگر موصول کو عبادت مالی و بدنی دونوں کا ایصال مد نظر ہے تو ماکول و مشروب کا وقت فاتحہ خوانی کے سامنے رکھنا نہ رکھنے سے اولیٰ و انسب ہے۔ لطف یہ ہے کہ فعل ثواب کفر و شرک سے بھی بالکل مبرا ہے جیسے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ کسی عقیدہ باطلہ کا ایہام اس مقام پر ممکن نہیں ہے اور نہ عقیدہ باطلہ کا ایہام عند العقل

اہل اسلام کو مقصود ہو سکتا ہے، چونکہ اجتماع عبادت بدنی و مالی سے ایہام کسی عقیدہ حق یا باطلہ کا مقصود نہیں ہے اس لئے باوصفہ ان مصلح شرعی کے حدود شریعت کو ملحوظ رکھا ہے۔ یعنی افتراقی صورت کی اباحت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ چنانچہ ہندوستانی اسلام کے لوگ اکثر درود و قرآن شریف وغیرہ پڑھ کر ایصال ثواب کرتے ہیں۔ اور ماکول و مشروب وغیرہ نہ سامنے رکھتے ہیں نہ بغیر سامنے رکھے اہل حقوق کو دیتے ہیں، علیٰ ہذا القیاس اکثر اوقات ماکول و مشروب اہل حقوق کو دے کر یا کھلا کر ایصال ثواب کرتے ہیں۔ اور درود و قرآن شریف وغیرہ نہ پڑھتے ہیں نہ پڑھاتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ حالت افتراق میں جو علیحدہ علیحدہ عبادت مالی و عبادت بدنی کی صورت عند الشرع جائز لگاتی ہے وہ بھی معمول ہے اور حالت اجتماع میں ایک صورت عند الشرع جدا بہاحت سے باہر نہیں ہوتی وہ بھی معمول ہے صرف فرق یہ ہے کہ ہر عمل کے لئے محل جداگانہ ہے اور ظاہر ہے کہ اختلاف محل سے اس مقام پر مسئلہ کی نوعیت میں کوئی فرق بھی نہیں آیا۔ علاوہ بریں عبادت بدنی کا ثواب پہنچنا بسبب مختلف فیہ ہونے کے مشتبہ ہے جیسا کہ پیشتر مذکور ہوا۔ اب جو شخص عبادت بدنی کا

ثواب پہنچانا چاہیے اس کو مقتضائے احتیاط و تقویٰ ہے لازم ہے کہ عبادت بدنی و مالی کو مرکب کرے اس لئے کہ عبادات مرکبہ کا ثواب عند الجہور پہنچتا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ عبادت تین قسموں پر منقسم ہے۔ بدنی جیسے نماز و روزہ۔ مالی جیسے زکوٰۃ۔ مرکب جیسے حج۔ اور سیاحت و خلافت، عبادت بدنی ہیں، عند الشرع جاری نہیں ہے، مالی اور مرکب میں جاری ہے۔ اسی بنیاد پر علمائے قول المشہور امام اعظم و امام مالک و امام شافعی کے نزدیک مخفی عبادت بدنی کا ثواب نہیں پہنچتا، صرف امام احمد بن حنبل کے نزدیک پہنچتا ہے۔ جب تین تین اماموں کی رائے متفق ہے تو عبادت بدنی کا ثواب پہنچانے کی غرض سے عبادت مالی کو شریک کر لینا ضرورت شرعی کا مقتضا اور مفید احتیاط و تقویٰ ہے۔

اب رہی یہ بات کہ جس چیز پر فاتحہ ہوتا ہے اس کا لکھنا بنی ہاشم و اہلبیت کو بھی جائز ہے یا نہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ شرع شریف میں دعوت کے تین اقسام ہیں۔ دعوت ہدیہ، دعوت غیبت، دعوت صدقہ۔

دعوت ہدیہ محض بنی ہاشم و غنیاء کے واسطے ہے اور دعوت صدقہ محض مساکین و غرباء کے واسطے اور دعوت غیبت میں ہدیہ اور دعوت صدقہ دونوں داخل ہیں۔ فاتحہ مروجہ میں تینوں دعوتوں کا

رواج ہے۔ انبیاء علیہم السلام و صدیقین و شہداء و صلحا کے فاتحہ میں دعوت ہدیہ و دعوت غیبت معمول ہے اور عامۃ المسلمین کے فاتحہ میں دعوت غیبت و دعوت صدقہ معمول ہے۔ جو لوگ فاتحہ کی چیزوں کو خاص مساکین کا تصور کر کے اغنیاء کو اس کے استعمال سے روکتے ہیں وہ شریعت حقہ کو اپنے دامن تعصب میں چھپا کر اپنے مذہب باطلہ کی حمایت کرتے ہیں اجماع مقلدین کو اس فاتحہ مروجہ کے جواز میں کسی طرح شک نہ کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ جواز فاتحہ مروجہ پر مشاہیر علماء کا قولاً و فعلاً مکمل ہے۔ چنانچہ تمام علمائے فرائیگی مکمل عملی طور پر فاتحہ مروجہ کے ہمیشہ سے پابند ہیں۔ مولانا شاہ سلام اللہ صاحب کانپوری فاتحہ پیران پیر میں بڑا اہتمام اور مبالغہ کرتے تھے۔ مشہور ہے۔ مولانا مفتی عنایت احمد صاحب بھی فاتحہ مروجہ کو ناجائز نہیں فرماتے تھے۔ مولانا حمید علی صاحب نے جابجا تصنیفات میں لکھا ہے کہ فاتحہ مروجہ میں کوئی مصلحت فقہ نہیں ہے اور مولانا فضل الرحمن صاحب بھی جائز فرماتے ہیں۔

جناب شیخ المفسرین خاتم المحدثین شاہ عسکری العزیز صاحب محدث دہلوی نے دربارہ جواز فاتحہ مروجہ کے مختلف الفاظ تحریر فرمائے ہیں۔ اگر شاہ صاحب موصوف کے تمام اقوال درج رسالہ کئے جائیں تو اطناب اور تطویل کا خوف ہے۔ لہذا

اسد اللہ ایک قول درج رسالہ کرتا ہوں۔ فتاوائے عزیزی جلد
اول مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی صفحہ ۵۷ - سطر ۱۹۔

طعام کے کہ قواب آں نیاز حضرت ابابین نمایند و ہر آں فاتحہ و قل
در رو خوانند تبرک ملشود خوردن آں بسیار خوب است۔ اور
شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب انبیاہ نے سلاسل اولیاء اللہ
میں فرماتے ہیں۔ پس وہ مرتبہ در رو خوانند شتم تمام کنند و ہر قدر
شیرینی فاتحہ بنام خواجگان پیشکش نمودا بخوانند حاجت
از خدا سے تعالیٰ سوال نمایند۔



کتبہ: سید نذر اشرف ابن سید شاہ فضل حسین
اشرفی جیلانی متوطن کچھوچہ شریف۔ صنع فیض آباد

نام خوش نویس: حافظ عبد الرزاق دہلوی

(شہر پریس کراچی) ۳/۱۰۰۹ لیاقت آباد۔ کراچی۔